

گناہ میں گھرا ہوا، مگر محفوظ

نمبر 3535

ایک منادی

شائع شدہ: جمعرات، 26 اکتوبر 1916

بیان کردہ: سی۔ ایچ۔ سپرجین

میٹروپولیٹن عبادت گاہ، نیوٹنگٹن میں

خداوند کے دن کی شام، 8 اگست 1869

تجھی کو پکاروں گا، اے خداوند، اے میری چٹان! تو مجھ سے خاموش نہ رہ، ایسا نہ ہو کہ اگر تو مجھ سے خاموش رہے تو "میں اُن کی مانند ہو جاؤں جو گڑھے میں اتر جاتے ہیں۔"

زبور 28:1

مجھے اس میں کچھ شک نہیں کہ ان الفاظ کا پہلا اور سب سے فطری مطلب یہی ہے کہ داؤد ایسی ذہنی تنگی اور ایسے شدید غم سے گزرا کہ اگر اس کی دعا آسمان سے تسلی نہ لاتی، تو وہ مایوسی میں گر پڑتا، اور یوں اُن کی مانند ہو جاتا جو ہمیشہ کے لیے ناامیدی میں جا پڑتے ہیں اور گناہ کے گڑھے میں اتر جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کی مصیبت کے خلاف ایک فریاد ہے، جو اُسے ستا رہی تھی، اور ایک دلی التجا ہے کہ وہ اتنے طویل ڈکھ میں مبتلا نہ رہے کہ آخرکار اُسی ہلاکت خیز مایوسی میں جا گرے، جو کھوئے ہوئے لوگوں کی ابدی میراث ہے۔

چند روز قبل جب میں مسیلون کی تأملات زبور کا مطالعہ کر رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ وہ جلیل القدر فرانسیسی واعظ اس آیت کو ایک اور رخ پر لے جاتا ہے۔ وہ اسے داؤد کی اُس دعا کے طور پر دیکھتا ہے جو اُس نے بے دینوں کی معیت میں ہونے کے سبب مانگی، اس خوف سے کہ کہیں وہ اپنے کردار میں اُن کی مانند نہ ہو جائے جو گڑھے میں اتر جاتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ اس آیت کا پہلا مطلب نہ بھی ہو، تو بھی میرے نزدیک یہ ایک فطری استنباط ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو، تو بھی یہ خیال خود اپنی ذات میں اتنی مقدس احتیاط کا حامل ہے کہ میں آج رات مسیح یسوع میں اپنے تمام بھائیوں اور بہنوں کو، اور خصوصاً انہیں جو عموماً بُری صحبت کے خطرے سے دوچار رہتے ہیں، اس کی طرف مائل کرنا چاہتا ہوں۔

—پس ہم ابتدا کریں گے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ

I:

خدا کے برگزیدہ مقدسین میں سے اکثر کو مشیتِ الہی کے تحت بدصحتی کے ذریعے آزمایا جاتا ہے۔

خداوند یسوع نے فرمایا، "میں درخواست نہیں کرتا کہ تُو انہیں دنیا سے اُٹھا لے جائے بلکہ یہ کہ تُو انہیں شریر سے محفوظ رکھ" پس ہمیں خانقاہوں یا راہب خانوں میں قید نہیں کیا گیا۔ ہمیں کسی وسیع بیابان میں بسیرا کرنے کو نہیں کہا گیا "جہاں بے کنار سایوں کی وسعت میں رہیں۔"

بلکہ ہمیں اپنے ہم جنسوں کے درمیان رکھا گیا ہے۔ نہ ہی ہمیں کسی چُنے ہوئے گروہ میں جگہ دی گئی، بلکہ اکثر اوقات ہمیں عین معاشرت کے بیچ میں پھینک دیا جاتا ہے، اور بعض کے لیے وہ معاشرت ناگزیر طور پر نہایت بگڑی ہوئی اور خطرناک ہوتی ہے۔ میں یہ سب سے پہلے کہتا ہوں کہ کسی نہ کسی درجہ میں یہ سب پر لاگو ہوتا ہے، یا کم از کم تقریباً سب پر۔ ہم ایک ایسی دنیا میں رکھے گئے ہیں جہاں فضل کا کوئی خیر خواہ نہیں، بلکہ ہر شے روحانی زندگی کے خلاف ہے۔ وہ شخص یقیناً نہایت خوش بخت ہوگا جو خود کو ایک اجنبی سرزمین میں پردیسی اور اُن بیگانوں میں غیر محسوس نہ کرے جو اُسے نہیں سمجھتے۔

جب بھی تم دنیا میں نکلو، تمہیں اپنی زرہ بکتر پہننے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ دشمن کی سرزمین ہے۔ کوئی پیشہ، کوئی محنت، کوئی زندگی کا شعبہ، کوئی شہرت، کوئی خلوت ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی درجہ میں مسیحی بے دین معاشرت کے بگاڑنے والے اثر سے محفوظ ہو۔ جب تک ہم اس دنیا میں ہیں، ہمیں کسی نہ کسی طور اس کا سامنا کرنا ہی ہوگا۔

ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس خطرے سے بچے ہوئے ہوں، مگر بعض اس کے لیے خاص طور پر زیادہ معرض خطر میں ہوتے ہیں، جیسے وہ جو دنیاوی مراتب کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہیں۔ عظیم لوگوں کے درمیان مسیحی بن کر رہنا آسان نہیں۔ یوحنا "بنیان نے بالکل سچ کہا تھا، "سونا اور خوشخبری کم ہی اکٹھے چلتے ہیں۔"

بلند پہاڑ سرد ہوتے ہیں، پہاڑی چوٹیوں پر طوفان گزرتا ہے۔ حالیہ ایام میں ہم نے دردناک مثالیں دیکھی ہیں کہ عالی ترین مراتب بھی نہ اخلاقی اقدار کی ضمانت دیتے ہیں اور نہ ہی عقل سلیم کی راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

جب میں نے اخبارات کا مطالعہ کیا، تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ "معاشرے کی تلچھٹ" سے مراد شاید وہ لوگ ہیں جو اوپر تیرتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی طبقہ، اس سلطنت کے اشرافیہ سے زیادہ، طلاق کے ایوانوں میں قابلِ نفرت انداز میں نہیں پیش ہوا، نہ ہی کوئی طبقہ گھڑ دوڑ کے میدان میں اتنی ذلت آمیز صورت میں نمودار ہوا ہے۔ اور اگر خدا معززین کے طور طریقے درست نہ کرے، تو اُن کے القابات معزز کے بجائے مکروہ کہلانے کے زیادہ مستحق ہوں گے۔ یقیناً جانو، عظیم ہونا اور نیک ہونا ایک ساتھ مشکل ہے۔ پس کسی شخص کو یہ خواہش نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ اعلیٰ مقامات پر چڑھنے کے لیے بے تاب ہو۔ جو دماغ زمین پر سکون رکھتے ہیں، وہ بلندی پر پہنچ کر چکرا جاتے ہیں۔ پس جہاں ہو، وہیں پر راضی رہو اور آگور کی اس "دعا پر قناعت کرو کہ "مجھے نہ غریبی دے نہ دولت۔"

یہ بھی دشوار ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کم درجے کی صحبت کی آلودگی سے محفوظ رکھ سکے۔ اے میرے مسیحی بھائیو! تم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں، جو محنت و مشقت کے فرزند، پاکیزہ، نیک اور مقدس لوگ ہیں، مگر کل صبح جب کام پر جاؤ گے، تو تمہیں ایسے لوگوں میں جانا ہوگا، جو ہر جملے میں قسم کھانے سے باز نہیں آتے۔ میں یاد کرتا ہوں کہ ہماری ایک بہن جو ایک غریب خانے میں تھی، اُس کی فریاد نہ تو کھانے کی کمی پر تھی، نہ بستر کی سختی پر، بلکہ اُن الفاظ پر تھی جو اُن لوگوں کی زبان سے نکلتے تھے جن کے درمیان اُسے رہنا پڑتا تھا۔

مگر نچلے طبقوں میں لوگ اپنی بدگوئی کو چھپاتے نہیں۔ وہ اس خوش اخلاقی سے نا آشنا ہیں جو خدا کی توہین کو مہذب طریقے سے بیان کرے، بلکہ وہ علانیہ اپنی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، اور اپنے ناپاک خیالات کو کھلے اور بے باک الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ پس خدا کے لوگ جو ایسے ماحول میں ڈالے جاتے ہیں، وہ سدوم میں رہنے والے مقدس لوط کی مانند ہوتے ہیں، جو شریروں کی ناپاک گفتگو سے دکھی رہا۔

اے عزیز نوجوانو! تم جو ابھی تک والدین کی شفقت کے سائے میں ہو اور تمہیں اس کٹھن اور بدکار دنیا میں جانے کی نوبت نہیں آئی، تم بہت شکرگزار رہو۔ میں بعض نیک نوجوانوں کے لیے اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ کلیسیا میں شامل تو ہو جائیں گے، مگر نہ جانے اُن کی دینداری اس سخت دنیا کے امتحان میں قائم بھی رہے گی یا نہیں، جب بالآخر انہیں اس میں جھونک دیا جائے گا۔ اور تم، اے میرے بھائیو اور بہنو! جو خدا کی مشیت کے سبب اُن آزمائشوں سے بچے ہوئے ہو، جو زندگی کی انتہاؤں میں درپیش آتی ہیں، تم خدا کے شکر گزار بنو، اور جب تمہیں ان مشکلات کا سامنا کم ہے، تو تمہیں خدا کے لیے زیادہ پھل لانا چاہیے، اور اپنی سعادت مند حالت کی برکت سے زیادہ نمایاں مسیحی بننا چاہیے۔

تاہم، بھائیو! میں وہیں واپس آتا ہوں جہاں سے میں نے آغاز کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک، کسی بھی شعبہ زندگی میں ہو، کم و بیش ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے جو مسیح کے خادم نہیں ہیں۔ کوئی ایسا پیشہ کہاں ہے، جہاں تمام ساتھی ایماندار ہوں؟ اگر کہیں "تمام مقدسوں کی بستی" ہوتی، تو وہ رہنے کے لیے خوشگوار مقام ہوتا، اگرچہ میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص وہاں سکونت اختیار کرنا درست بھی سمجھتا یا نہیں، کیونکہ خدا کا مقصد زمین پر مقدسوں کو تخلیق کرنا یہ ہے کہ وہ انہیں نمک کی مانند دنیا میں ڈالے، تاکہ وہ سڑے ہوئے ماحول میں اصلاح کا کام کریں۔

تمہیں، تمہیں لازمی طور پر کبھی نہ کبھی ایسے لوگوں کے ساتھ گھلنا ملنا پڑے گا، جو تمہیں آزمانے کی کوشش کریں گے۔ پس اپنے موجودہ حالات کو جلدی سے بدلنے کے خواہش مند نہ ہو۔ اگر تمہارا کام بذاتِ خود گناہ آلود نہیں ہے—اگر ایسا ہے تو فوراً اسے چھوڑ دو—لیکن اگر ایسا نہیں، تو اُس میں پائی جانے والی آزمائشوں سے گھبرا نہ جاؤ۔ دیگر جگہوں پر بھی آزمائشیں "موجود ہیں۔ جیسے کہ پرانی کہاوت ہے، تم "کڑاہی سے نکل کر آگ میں جا سکتے ہو۔"

ایک آزمائش سے نکل کر تم دوسری میں پھنس سکتے ہو، اور مجموعی طور پر شاید وہی آزمائش جو تمہیں سب سے زیادہ تنگ کر رہی ہے، تمہارے لیے سب سے بہتر ہو۔ وہ آزمائش جو تمہیں پریشان نہ کرے، وہی سب سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔ اور جب کسی شخص نے طویل عرصے تک اپنا صلیب اٹھائے رکھا ہو، تو وہ اُس کے مطابق ہو جاتی ہے، اور بہتر یہی ہے کہ وہ اُسے کسی دوسری سے نہ بدلے۔

ہر حال میں تمہارا فرض ہے کہ خدا سے مدد کے لیے فریاد کرو، مگر آگ سے نکلنے کے لیے بے تاب نہ ہو۔

یہ پہلا نکتہ تھا، اب دوسرا یہ ہے کہ۔۔۔

II.

نیک لوگوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ وہ شریروں کی رفاقت کے باعث اُن ہی کی مانند نہ بن جائیں۔

بھائیو! میں اپنی گفتگو مشاہدے پر مبنی رکھوں گا، اور خدشہ ہے کہ کچھ حد تک یہ ذاتی تجربے سے بھی ماخوذ ہوگی، جب میں مختصر طور پر بیان کروں گا کہ کس طرح شریروں کی صحبت ایمانداروں کو اُن ہی کے رنگ میں رنگنے کا باعث بنتی ہے۔

اول تو یہ بہت زیادہ ہوتا ہے کہ مسیحی کی گواہی خاموش کر دی جاتی ہے۔ ہم ہمیشہ اُن کاموں سے بچنے کے بھانے تراشتے ہیں، جو ہمارے لیے ناخوشگوار ہوں۔ مسیحی کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی ہو، وہ اپنے خداوند کی گواہی دے، مگر خود پرستی اور آرام طلبی آ کر کہتی ہیں، "تمہیں دین کو ناگوار نہیں بنانا چاہیے، اپنے موتیوں کو سوروں کے آگے نہیں ڈالنا چاہیے، لوگوں کو اپنی دینداری سے بور نہیں کرنا چاہیے۔" یہ کہا جاتا ہے کہ یہ احتیاط ہے، اور کسی حد تک یہ درست بھی ہے، مگر دنیا میں سب سے آسان کام یہ ہے کہ آدمی خود کو محتاط سمجھے، حالانکہ حقیقت میں وہ بزدلی کا شکار ہو، اور یہ سمجھ لے کہ وہ دانشمندی سے کام لے رہا ہے، جبکہ درحقیقت وہ محض شریروں کے طعنوں اور تمسخر سے بچنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یہ آسان ہے کہ آدمی صرف اُن لوگوں کے درمیان اپنے خداوند کی گواہی دے، جو اُس کے الفاظ کی تائید کرتے ہیں اور اُس کے گواہ ہونے پر خوش ہوتے ہیں، مگر بدکاروں کی محفل میں مسیح کے لیے کھڑا ہونا آسان نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نیک آدمی جب خود کو بری صحبت میں پاتا ہے، تو مصلحت کے نام پر وہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر اس میں وہ اُن لوگوں کی مانند ہو جاتا ہے جو ہاتھ میں جا رہے ہیں۔ وہ خدا کی حمد نہیں کرتے، وہ مسیح کا ذکر نہیں کرتے، وہ اُس کے قیمتی خون اور اُس کی ابدی اور غیر متزلزل محبت کے بارے میں نہیں بولتے—اور جب دونوں ہی خاموش رہیں، تو ان میں فرق کون کرے گا؟

اگلا مرحلہ یہ ہے کہ مسیحی شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کے طعنوں اور طنزیہ جملوں سے خوف کھانے لگے، چاہے وہ ایسا شعوری طور پر نہ کرے۔ جیسے ہی تم اُن سے ڈرنے لگو، تم اُن جیسے بن گئے۔ کیونکہ جیسے ہی وہ دیکھ لیں کہ تم اُن کے خوف میں مبتلا ہو، وہ جان لیں گے کہ تم میں اُن کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ کچھ زبانیں بہت ناپاک ہوتی ہیں، کچھ لوگ انتہائی تیز عقل اور کاٹ دار طنز کے حامل ہوتے ہیں، اس لیے یہ کچھ حیرانی کی بات نہیں کہ بعض مسیحی اُن کی موجودگی میں پورے مسیحی بننے سے خوف محسوس کرتے ہیں۔

مگر میرے بھائیو! سب سے بڑے آدمی میں بھی ایسا کیا ہے، جس سے ڈرا جائے؟ اور ہماری مقدس مسیحیت میں ایسا کیا ہے، جسے ہم کسی شگئی، کسی تیز فہم، یا کسی سخت مزاج شخص کے سامنے چھپانا چاہیں؟ "تو کون ہے کہ آدمی سے ڈرتا ہے، اور انسان کے بیٹے سے جو ایک کیڑے کے برابر ہے؟" (یسعیاہ ۵۱:۱۲)۔

تمہارا خداوند تمہیں اپنی بیش قیمت سچائی کی نگہبانی کا حکم دے چکا ہے، اور اس سچائی کو اپنی زندگی میں ظاہر کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ پس کیا تم کسی فانی انسان کے ڈر سے اپنے چراغ کو برتن کے نیچے چھپا دو گے؟ افسوس! یہ تو شریروں کے مانند ہو جانا ہے، کیونکہ جو آدمی خدا کے مقابلے میں انسان سے زیادہ ڈرتا ہے، وہ درحقیقت انسان کو اپنا معبود بنا لیتا ہے، اور !یہ کچھ اور نہیں بلکہ بت پرستی اور بے دینی ہے۔ خدا ہمیں اس سے بچائے

پھر، ایک اور رُحان ظاہر ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ مسیحی لوگوں میں تھوڑی سی نرمی اور سمجھوتے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمیں حد سے زیادہ سخت اور کٹر نہیں ہونا چاہیے۔ کیا میں نے بارہا یہ الفاظ نہیں سنے، "اگر ہم دین میں زیادہ سختی برتیں، تو شاید وہ لوگ ہم سے متنفر ہو جائیں، خاص کر نوجوان، جو ہماری شدید پرہیزگاری کو ناگوار سمجھیں گے۔"

اوہ! میں ہنس پڑوں اگر میرا دل غمگین نہ ہو، جب میں لوگوں کو اس طرح بات کرتے سنتا ہوں، کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ آج کے دور میں زیادہ پاکیزہ اور پرہیزگار ہونے کا کوئی اندیشہ ہے، تو وہ خلافِ حقیقت بات کر رہا ہے۔ یہ ایک ڈھیلا ڈھالا زمانہ ہے۔ پرانے اصول متزلزل ہو چکے ہیں، قدیم نشانیاں مٹانی جا چکی ہیں۔ اصولوں کی لوگوں کو کیا پرواہ ہے؟ آج کے دور میں کسی کے سخت گیر اور زیادہ محتاط ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں! اور اگرچہ یہ زمانہ ایسا نہ بھی ہوتا، تب بھی چونکہ ہمارا خدا غیور خدا ہے، ہمیں کبھی اس بات کا خوف نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اپنے دلوں کی بہت زیادہ نگہبانی کریں گے۔

جارج سوم کی عمر کے آخری ایام میں، وہ بعض اوقات عجیب و غریب باتیں کیا کرتا تھا، اور لوگ اُسے دیوانہ سمجھنے لگے تھے، مگر اُس کی دیوانگی میں بھی ایک منطق تھی۔ ایک دن اُس نے ایک کوئیکر خاتون سے ملاقات کی اور اُس سے پوچھا، "کیا تم بھی دوستی کے فرقہ کی رکن ہو؟" اُس نے جواب دیا، "ہاں، میں ہوں۔" بادشاہ نے اُس کے لباس کی طرف اشارہ کر کے کہا، "کیا اس میں ذرا زیادہ زرق و برق نہیں؟" اُس خاتون نے ندامت سے کہا، "ہاں، میں سختی سے کچھ ہٹ گئی ہوں۔" اس پر بادشاہ نے کہا، "مجھے بھی یہ دیکھ کر افسوس ہے، کیونکہ جب لوگ ایک بار اپنی سختی کو ترک کر دیتے ہیں، تو وہ عام طور پر بہت آگے نکل جاتے ہیں۔"

!اور واقعی، اس میں بڑی سچائی ہے

اگرچہ میں یہاں لباس کی بات نہیں کر رہا، بلکہ محض ایک مثال کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے، پھر بھی حقیقت یہی ہے کہ جب مسیحی لوگ کسی چھوٹے گناہ کو برداشت کرنے لگتے ہیں، تو وہ بڑے گناہ کو بھی قبول کر لیتے ہیں، اور جب وہ کسی چھوٹی نیکی سے دستبردار ہوتے ہیں، تو بڑی نیکی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

چور کہتا ہے، "نہیں، میرا دروازہ توڑنے کا کوئی ارادہ نہیں، میں زبردستی گھر میں گھسنے کی کوشش نہیں کروں گا۔" مگر دیکھو! وہاں ایک چھوٹی سی کھڑکی ہے، اور یہاں ایک چھوٹا سا لڑکا ہے، کیا تم اُسے اندر بھیجنے کا سوچ رہے ہو؟ "ہاں،" اور جب وہ لڑکا اندر چلا جاتا ہے، تو وہ بڑا دروازہ کھول دیتا ہے، اور یوں ڈاکو داخل ہو جاتا ہے۔

یہی حال خدا کی کلیسیا کا ہوتا ہے۔ جب ایک معمولی سا گناہ، جیسا کہ لوگ اسے سمجھتے ہیں، یا راستی کے سخت اصول سے ایک معمولی سا انحراف قبول کر لیا جاتا ہے، تو دروازہ کھل جاتا ہے، اور پھر ہر طرح کی بدی اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ خدا ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم کہیں چھوٹے چھوٹے سمجھوتے کر کے اپنی کلیسیا کی فصیلیں خود ہی نہ گرا دیں، اور یوں خدا کے فرزندوں کو اُن لوگوں کے مشابہ نہ بنا دیں جو پاتال میں جا رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ایک بات جس میں اکثر ایماندار بے دین لوگوں کی مانند ہو جاتے ہیں، وہ ہے ہنسی مذاق میں شریک ہونا، خاص کر ایسے لطیفوں پر جو شاید ہنسانے پر مجبور کر دیں، مگر جو سراسر پاکیزہ نہ ہوں۔ جارج ہریٹ کہتے ہیں کہ لطیفہ سن کر ہمیں اُس کی عقل مندی کو تو لینا چاہیے، مگر اُس کی برائی کو چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ

"وہ اپنے سبب کو چھیلتا ہے جو پاکیزہ طریقے سے کھانے کا خواہش مند ہو۔"

مگر ہمیشہ ایسا کرنا آسان نہیں ہوتا، خاص طور پر اُس لمحے میں جب مذاق کیا جا رہا ہو۔ جب ایک مسیحی کسی مشکوک مذاق پر قہقہہ لگاتا ہے، تو وہ اپنی گواہی کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا دیتا ہے، جتنا وہ خود سمجھتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ وہ خود کو روک لیتا اور کہتا، "میں تمہارے ساتھ اس مذاق کی ذہانت پر تو ہنس سکتا ہوں، مگر میں اُس جذبے کی تائید نہیں کر سکتا جو" اس کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اور میں اسے بغیر احتجاج کے نہیں چھوڑ سکتا۔

کیا ہم ہمیشہ ایسا کرتے ہیں؟ افسوس! میں ڈرتا ہوں کہ ہم اکثر ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اور اسی سبب ہم اُن لوگوں کے مانند ہو جاتے ہیں جو پاتال میں جا رہے ہیں۔

اُہ! بھائیو، یہ کتنا آسان ہے کہ ہم آہستہ آہستہ بے دینوں کے طریقے اپنا لیں، جیسے وہ کرتے ہیں ویسے کرنے لگیں، جیسے وہ بولتے ہیں ویسے بولنے لگیں، جیسے وہ عمل کرتے ہیں ویسے کرنے لگیں، اور اگرچہ ہم اتوار کے دن ایک مختلف راستہ اختیار کرتے ہیں، مگر ہفتے کے بقیہ دنوں میں ایک نام نہاد مسیحی کی زندگی بے دینوں کی زندگی سے کتنی مشابہ ہو جاتی ہے

میں یہاں موجودہ دور کے عام مسیحی ایمان پر کوئی فرد جرم عائد کرنے کے لیے نہیں آیا، مگر اگر میں ایسا کروں تو کتنا بڑا مقدمہ قائم کیا جا سکتا ہے! یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج کے دور میں بہت سے تاجر، جو خود کو مسیحی کہلاتے ہیں، اپنے بے دین ہمسایوں کی طرح ہی ناقابل اعتماد ہیں۔ بہت سے مسیحی کاروباری افراد بھی اپنے پیشے کے نقصان دہ اثرات سے محفوظ نہیں رہتے۔

ہم نے کئی اچھے لوگ دیکھے ہیں—جن پر خدا ہمیں زیادہ سختی نہ کرنے دے—جو درحقیقت ماضی میں تجارتی دنیا کے غلط طریقوں کے خلاف کھڑے ہونے چاہیے تھے، مگر وہ بھی دوسروں کی طرح چلتے رہے۔ اس لیے دنیا شاید انہیں زیادہ قصوروار نہ ٹھہرائے، مگر ایک مسیحی معلم کے فیصلے سے وہ بری نہیں ہو سکتے۔ انہیں بہتر جاننا اور بہتر کرنا چاہیے تھا۔

یہ کسی مسیحی کے لیے کوئی جواز نہیں کہ "یہ کاروباری دستور تھا، اسی لیے میں نے ایسا کیا۔" کسی ایماندار کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود کو انسانوں کا غلام بنائے، یا محض رسم و رواج کے مطابق جھک جائے۔

کہ اے مسیح کے پیروکارو! اپنے مقصد کی سچائی پر قائم رہنے کے لیے آزاد ذہن کا مظاہرہ کرنا تمہارا فرض ہے، اور یہی... وہ چیز ہے جس میں روح القدس تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کرے وہ دن آئے جب ہمیں اس قسم کے افسوسناک خیالات کا اظہار نہ کرنا پڑے، مگر آج ہمیں یہ کہنا ضروری ہے۔ ہم التجا کرتے ہیں کہ ایماندار دعا کریں، اور آج رات دعا کریں کہ خدا کی آواز تمہارے دلوں میں سنی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اُن کے مانند ہو جاؤ جو پاتال میں جا رہے ہیں۔

میرے بھائیو، ایک لمحے کے لیے غور کرو—میرے علم میں اس سے زیادہ بولناک کوئی چیز نہیں کہ جو شخص اقرار کرتا ہے کہ وہ مسیح کے خون سے دھویا گیا ہے، وہی دوسروں کی طرح ناپاکی اختیار کر لے۔ کیا یہ ہمارے پیارے خداوند کے نام کی بے عزتی نہیں، جس کے سامنے فرشتے جھکتے ہیں، کہ ہم جو اُس کا نام رکھتے ہیں، اُسی کے دشمنوں کے سے کام کریں؟

پالوس فرماتے ہیں، "میں آنسو بہاتے ہوئے تمہیں بتاتا ہوں کہ بعض ایسے ہیں جو مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں، کیونکہ اُن کا خدا اُن کا پیٹ ہے، اُن کا انجام ہلاکت ہے، اور وہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں"—اور یہ سب وہ لوگ تھے جو ایمان کا دعوٰی کرتے تھے!

کلیسیا کے لیے اس سے بدتر کچھ نہیں ہو سکتا، اور دنیا کے لیے اس سے زیادہ نقصان دہ کچھ نہیں کہ مسیحی غیر تبدیل شدہ لوگوں کے جیسے ہو جائیں۔

یاد رکھو، زمین پر تباہ کن طوفان اُس وقت آیا تھا جب خدا کے بیٹوں نے انسانوں کی بیٹیوں سے رفاقت کی۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ گناہ کا دن سزا کے دن کے قریب ہوتا ہے، اور وہ دن جب راستباز بے خدا لوگوں کے جیسے ہو جائیں، اُس عظیم تباہ کن آتشین طوفان کا پیش خیمہ ہوگا جو دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

پس، اگر ہم اپنے زمانے کے لیے برکت کا وسیلہ بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں راستی اور سچائی پر مضبوطی سے قائم رہنا ہوگا۔ اگر ہم خود خوش رہنا چاہتے ہیں، اگر ہم خداوند مسیح کی عزت اور جلال چاہتے ہیں، تو ہماری دعا ہر وقت یہی ہونی چاہیے کہ ہم شریروں کے مانند نہ ہو جائیں۔

لیکن میں زیادہ دیر تک نہیں رک سکتا، کیونکہ مجھے آخر میں ایک اور اہم نکتہ پر روشنی ڈالنی ہے۔۔۔

یہوداہ کا بادشاہ داؤد اُس خطرناک میلان کے خلاف جس کا اُس نے اپنے دل میں احساس کیا، کس علاج کی طرف متوجہ ہوا؟

داؤد اپنی اُس حالت میں بھی، جس میں وہ پایا گیا، اُس سے کہیں بہتر شخص تھا جتنا کہ ہم تصور کر سکتے ہیں۔ جب لوگ داؤد کے کھلے گناہ کی مذمت کرتے ہیں، تو تم بھی اُن کے ساتھ مذمت کر سکتے ہو، مگر اُن سے یہ بھی کہو کہ وہ اُن حیرت انگیز حالات کو یاد رکھیں جن میں داؤد تھا۔ وہ گناہ جو داؤد سے سرزد ہوا، اگرچہ بڑا اور شدید تھا، مگر سپاہیوں کی زندگی میں عام تھا—کیا اگر میں کہوں کہ آج بھی عام ہے؟

داؤد کی زندگی کا پہلا حصہ اُس نے آزاد جنگجوؤں کے سردار کے طور پر گزارا۔ یہ لفظ مکمل طور پر اُس کے گروہ کی وضاحت نہیں کرتا، کیونکہ وہ بے قاعدہ ڈاکو نہیں تھے، بلکہ وہ لوگ تھے جو بے چینی میں مبتلا تھے اور منظم حکومت سے بھاگ آئے تھے، اور ہم اُن کے کردار اور عمل سے جانتے ہیں کہ وہ سخت گیر اور بے قابو سپاہی تھے، جو داؤد جیسے مضبوط طبیعت کے آدمی کے سوا کسی اور کی حکومت کو قبول نہ کرتے۔

پس، ایسے ساتھیوں کے ساتھ رہنا داؤد کے لیے ایک سخت آزمائش تھی۔ غور کرو کہ اُس مسیحی شخص نے کیا علاج اپنایا؟ اُس کا علاج دعا تھی—ایسی دعا جو شدت کے ساتھ کی گئی ہو۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ پھسل رہا ہے، اور اُس نے پکار کر کہا، "اے خداوند! مجھے تھام لے، مجھے پکڑ لے، میرے قدموں کی پھسلن کو روک دے!" یہ وہی پکار تھی جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کو بلاتا ہے جب وہ کھو جاتا ہے—یہ غم، خوف، اور گھبراہٹ کی فریاد تھی۔

گویا وہ کہتا ہے، "اے میرے خدا، اے میرے باپ! میں تیری منت کرتا ہوں کہ مداخلت فرما، میں پھسل رہا ہوں، میں گر رہا ہوں، میرے قدموں کے نیچے گہری کھائی ہے، اور بے خدا مجھے دھکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے بچانے کو آ، اے میرے خدا، جلدی آ اور مجھے رہائی دے"

اب، اگر داؤد نے دعا کو اختیار کیا، تو میں تمہیں اُس کے خداوند کی یاد دلاتا ہوں۔ جب خداوند یسوع مسیح زمین پر تھا، تو اُس پر بھی گناہ کی آزمائشیں آئیں۔ اُس کا دل، تمہارے اور میرے دل کی مانند نہ تھا کہ ہر وسوسہ کی چنگاری کو پکڑ لے، مگر پھر بھی، وہ یہاں دعا کے بغیر نہ رہ سکا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ گناہ کر سکتا تھا، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اُس کی پاکیزہ فطرت

نے یہ جانا کہ دعا اُس کے لیے ضروری ہے، اور یہ کہ اُسے دنیا کی آزمائشوں کو رد کرنے کے لیے کثرت سے دعا کرنی چاہیے۔

اسی لیے سرد پہاڑ اور آدھی رات کی ہوا بار بار مسیح کے درمیان اُس کی شفاعتی دعا اور خدا کے ساتھ اُس کی رفاقت کے گواہ بنے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کا شخصی اطلاق بیان کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں لینا چاہیے، مگر پھر بھی، میں یہ ضرور کہوں گا: اگر یہاں کوئی مزدور ہے جو شرابیوں اور کفر بکنے والوں کے ساتھ کام کرتا ہے، تو اُسے آج رات یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیے۔ وہ اُن سے دوگنا زیادہ دعا کرے جتنا کہ اگر وہ نیک لوگوں کے ساتھ کام کر رہا ہوتا۔

اگر یہاں کوئی نوجوان عورت ایسی حالت میں ہے جہاں اُسے گناہ کی بڑی آزمائشوں کا سامنا ہے، تو میں کہوں گا—اپنی دعا میں پہلے سے زیادہ سرگرم رہو، اپنے خدا سے قریبی رفاقت رکھو۔ جب کوئی انسان کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے اُس کی طاقت کمزور پڑ جائے، تو حکیم اُسے زیادہ قوت بخش خوراک لینے کی تلقین کرتا ہے۔

پس، تم بھی اپنی روحانی قوت کی دیکھ بھال زیادہ محنت سے کرو، کیونکہ اگر تم ایسا نہ کرو گے، تو تمہاری روحانی صحت خطرے میں پڑ جائے گی، مگر اگر تم اس تعلیم کو مضبوطی سے تمہارے رہو گے، تو تم بُرائی سے محفوظ رکھے جاؤ گے۔

آخر میں، داؤد کی دعا کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے دل میں خدا کی آواز کو سنے۔ وہ کہتا ہے، "کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر تو مجھ سے خاموش رہے، تو میں اُن کی مانند ہو جاؤں جو پاتال میں اترتے ہیں

IV

پس، وہ خدا کی وہ آواز کیا تھی جسے داؤد سننا چاہتا تھا؟

اُو، میں ایک لمحے کے لیے اس پر غور کروں۔ کیا یہ وہ آواز نہ تھی جو مقدس یادوں کو بیدار کر دیتی ہے؟ اے میرے بھائیو، تم آزمائش کے سامنے آئے ہو اور گرنے کو تیار ہو، مگر ایک آواز تمہیں یاد دلاتی ہے تمہاری پہلی محبت کے دنوں کی، جب تمہارا دل مسیح کے لیے گرم تھا، تمہارے بپتسمہ کے دنوں کی، جب تم مسیح کے ساتھ دفن ہوئے اور دنیا کے لیے مر جانے کا اقرار کیا۔

یہ تمہیں ان مقدس عہدوں کی یاد دلاتی ہے جو تم نے برسوں پہلے باندھے تھے، اُن وعدوں کی جو آسمان میں لکھے گئے کہ تم ثابت قدم اور وفادار رہو گے اور خدا سے اپنا عہد نہ توڑو گے۔ پس، کیا تم، کیا تم—گناہ کرو گے؟ تم جو مسیحی کلیسیا کے رکن ہو، وہ جو مسیح کے سینہ پر سر رکھ چکا ہے، وہ جس نے اُس کی آواز سنی ہے اور اُس میں خوشی پائی ہے—کیا تم راہ سے مڑ جاؤ گے؟

شاید تمہیں کل کسی دعوت کا بلاوا ملا ہو، مگر کیا تم اُسے قبول کر سکتے ہو جب وہ گناہ کی راہ میں لے جائے؟ شاید اسی رات تم گرنے والے تھے، مگر اُن مقدس اور مبارک ساعتوں کی یاد جو تم نے خداوند کی میز پر بسر کی، وہ لمحات جو تم نے تنہائی میں دعا میں گزارے، وہ گھڑیاں جب تمہاری حالت اچھی تھی اور تم خدا کے ساتھ چل رہے تھے، وہ ہلکی اور خاموش آواز تمہیں پکارتی ہے، "اے الیاس! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ اے خدا کے خادم، تجھے آشور کے راستے میں کیا کام، کہ کیچڑ بھرے "دریا کا پانی پئے؟ گناہ کے راستوں سے مڑ اور اپنے خدا کے پاس جا۔

لیکن یہ آواز محض یادوں کو بیدار کرنے کے لیے نہیں، بلکہ روح کو تازگی اور حوصلہ دینے کے لیے بھی تھی۔ بعض اوقات کسی سپہ سالار کی آواز جنگ میں فتح دلا دیتی ہے، جب فوجی صفیں ڈگمگانے لگتی ہیں، جب دشمن کے نیزے آگے بڑھتے ہیں۔ دیکھو! وہ آتا ہے—وہی دلیر سردار، جو ہر حملے میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ لوگ پکارتے ہیں، "یہ وہی ہے، یہی ہمارا قائد ہے!" اور وہ سامنے آ کر کہتا ہے، "کیا تم پیچھے ہٹو گے؟ کیا تم بزدلی دکھاؤ گے؟ علمبردار، جھنڈا بلند کرو اور آگے بڑھو!" اور اُس آگ اور قوت سے بھرپور آواز پر، دشمن لرز اٹھتا ہے، لشکر جوش میں آ جاتا ہے، اور فتح نصیب ہوتی ہے۔

اے میرے خدا، میری روح کے اندر بھی ایسی ہی تیری آواز گونجے! جب میں اپنے روحانی دشمنوں کے آگے پسپائی اختیار کرنے لگوں، جب ان کی صحبت مجھے گرانے لگے، تو مجھے اُس کی آواز سننے دے جس نے گناہگاروں کی مخالفت کو برداشت کیا، اور میرے قائد کی پکار میرے دل میں نئی جان ڈالے تاکہ میں دن جیت سکوں۔

خدا کی آواز کو ہم وہ قوت بھی کہہ سکتے ہیں جو حقیقت میں جان کو ابھارتی ہے۔ "روشن ہو جا!" خدا نے کہا، اور اندھیروں میں نور چھا گیا۔ خدا کی آواز پیدا کرتی ہے، سنبھالتی ہے، مضبوط کرتی ہے، کامل بناتی ہے۔ اور جب کسی گرتے ہوئے مسیحی کے دل میں خدا کی آواز آتی ہے، جب وہ سوچتا ہے، "اب کوئی فائدہ نہیں، بہتر یہی ہے کہ میں بھی دوسروں کی مانند ہو جاؤں۔" تب خدا کی وہی آواز دل پر اثر ڈالتی ہے، اور دل نئی تازگی سے دھڑکنے لگتا ہے۔ وہ عقل کو مخاطب کرتی ہے اور اچھے کو بُرے سے جدا کرتی ہے۔ وہ ارادے کو مخاطب کرتی ہے اور اُسے راستی اور سچائی پر ثابت قدم رکھتی ہے۔

یہی وہ آواز ہے جو چٹانوں کو چکنا چور کر دیتی ہے اور لبنان کے دیوداروں کو توڑ ڈالتی ہے، اور یہی وہ آواز ہے جو ایماندار کے دل میں نئی زندگی پھونک دیتی ہے۔ پس، اے آزمائشوں اور فتنوں میں گھرے ہو، آج رات دعا کرو، "اے خداوند، مجھے!" تیری آواز سنائی دے! میں ہر صبح، دنیا میں جانے سے پہلے، تیری آواز سنوں

اے عزیزو، کبھی بھی کسی انسان کی طرف نظر نہ کرو جب تک تم نے خدا کے چہرے کو نہ دیکھا ہو! ہر صبح اپنے دل کے دروازے دعا سے بند کر دو، اور اُس کی چابی خدا کے ہاتھ میں دے دو تاکہ جب تم باہر رہو، کوئی بدی تمہارے اندر داخل نہ ہو۔ افسوس! تم نہیں جانتے کہ اس کلیسیا کے بعض اراکین اپنی بے وفائی سے ہمیں کس قدر رُلاتے ہیں۔ میں تمہیں دفن کرنا زیادہ پسند کروں گا بجائے اس کے کہ تم اس قدر گناہ کرو کہ خدا کے روح کو غمگین کرو اور دشمن کو کفر بکنے کا موقع دو۔

خدا نے تم میں سے اکثر کو سفید اور بے داغ لباس میں قائم رکھا ہے، مگر اگر تم چاہتے ہو کہ ہمارے دل ٹوٹ جائیں، تو خود کو مسیحی کہو اور پھر گناہ میں جا پڑو۔ خداوند تمہیں قائم رکھے، اے میرے پیارو، کہ تم اس کج رو اور بگڑی ہوئی نسل میں ثابت قدم رہو!

اے نوجوانو! اے جوان مردو اور عورتو! خدا کرے کہ تم میں سے کوئی بھی جنگ کے دن پیٹھ نہ دکھائے! اور اے بزرگو! ہمیں اس کلیسیا میں سب سے زیادہ درد کسی نوجوان نے نہیں دیا، بلکہ بزرگان نے دیا ہے۔ کیونکہ جب بوڑھے بے وقوف بنتے ہیں، تو وہ سب سے بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ جب وہ دانا ہوتے ہیں، تو سب سے زیادہ دانا ہوتے ہیں، مگر جب وہ گرتے ہیں، تو سب سے بری طرح گرتے ہیں۔

خداوند بزرگان کو محفوظ رکھے، اُن کے سر کے سفید بالوں کو عزت بخشے کہ وہ شرمندگی کے نہیں بلکہ جلال کے تاج ہوں! خداوند پاسبانوں کو، بزرگوں کو، اور تم سب کو پاک اور بے داغ رکھے! یہی ہماری دعا اور تمنا ہے۔ خداوند یسوع کے نام میں آمین!

دانی ایل 6

آیات 1-3:

دارا کو اچھا لگا کہ وہ اپنے سلطنت پر ایک سو بیس حاکم مقرر کرے جو تمام مملکت پر حکمرانی کریں؛ اور ان کے اوپر تین" صدر ہوں، جن میں دانی ایل پہلا تھا، تاکہ حاکم اُن کے حضور حساب دیں اور بادشاہ کو نقصان نہ پہنچے۔ تب یہ دانی ایل ان صدور اور حاکموں سے بڑھ کر ممتاز ہوا کیونکہ اُس میں عمدہ روح تھی، اور بادشاہ نے سوچا کہ اُسے تمام مملکت پر مقرر "کرے۔"

بادشاہ کبھی مطمئن نہیں ہوتے۔ دارا کی سلطنت ہمیشہ بڑھتی رہی، اور چند ابواب بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی سلطنت میں ایک سو ستائیس صوبے تھے۔ انسان کی طمع کی کوئی حد نہیں، مگر آخر کار اُسے اس سے حاصل کیا ہوتا ہے؟ ایک شخص کے دو ہاتھ ایک ہی شخص کا کام کر سکتے ہیں، اور جب اُس کے پاس زیادہ ہوتا ہے، تو اُس کی مشقت بھی بڑھ جاتی ہے، اور اب اُسے اپنی مملکت کی ذمہ داریاں دوسروں میں تقسیم کرنی پڑتی ہیں۔ پس، کسی شخص کے لیے یہ کتنی بڑی نعمت ہے جب اُسے کوئی دیانتدار، مخلص، اور نیک مددگار میسر آ جائے! دارا کا یہی نصیب تھا۔

یہ خدا کے لوگوں کے لیے بھی کیسی بڑی برکت ہے جب کوئی شخص دانی ایل جیسا ملک کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو! بلاشبہ، اُسے صرف اُس کی ذاتی بہتری کے لیے نہیں، بلکہ خدا کے لوگوں کے لیے ایک قلعہ اور سپر بننے کے لیے سرفراز کیا گیا۔ اب بنی اسرائیل پر کوئی ظلم نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ اُن کا ایک دوست دربار میں موجود تھا۔ خدا کا شکر ہو! ہمارے پاس بھی ایک ایسا دوست ہے جو دربار میں ہماری شفاعت کرتا ہے اور بادشاہوں کے حضور ہماری حمایت کرتا ہے۔

:آیت 4

تب ان صدور اور حاکموں نے دانی ایل کے خلاف کوئی موقع ڈھونڈنے کی کوشش کی تاکہ وہ اُسے مملکت کے معاملے میں "الزام دے سکیں، مگر وہ کسی الزام یا خطا کو نہ پا سکے۔"

حسد کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے؟ اعلیٰ مناصب آرام دہ نشستیں نہیں ہوتے، کیونکہ اگرچہ خدا کسی کو سرفراز کرے، لوگ ہمیشہ اُسے گرانے کی کوشش کریں گے۔ مگر وہ شخص واقعی معزز ہے جس کے دشمن بھی اُس کے خلاف کچھ نہ پا سکیں۔

:آیات 4-7

چونکہ وہ وفادار تھا اور اُس میں کوئی غلطی یا قصور نہ پایا گیا۔ تب اُن لوگوں نے کہا، 'ہم اس دانی ایل کے خلاف کوئی الزام نہیں پا سکتے، سوائے اس کے کہ ہم اُس کے خدا کی شریعت کے خلاف کچھ پائیں۔' تب یہ صدور اور حاکم اکٹھے ہو کر بادشاہ کے پاس آئے اور اُس سے کہا، 'اے بادشاہ دارا، تو ہمیشہ جیتا رہے! سلطنت کے سبھی صدور، حاکم، مشیر، اور سرداروں نے باہم مشورہ کیا ہے کہ ایک شاہی فرمان جاری کیا جائے اور ایک مضبوط حکم نامہ دیا جائے کہ جو کوئی تیس دن تک کسی بھی "دیوتا یا انسان سے کوئی درخواست کرے، سوا تیرے، اے بادشاہ، اُسے شیروں کی ماند میں ڈال دیا جائے۔"

ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کس چالاکی سے بادشاہ کو قائل کیا، مگر ہم تصور کر سکتے ہیں۔ اُس نے ابھی ابھی کلدانیوں کو فتح کیا تھا، سو شاید انہوں نے کہا ہوگا، "یہ تیرے نئے رعایا کی وفاداری کا امتحان ہوگا اگر تو اُن کے مذہب کے معاملے میں اُن کی "آزمائش کرے اور دیکھے کہ آیا وہ تیس دن تک اپنے معبودوں سے دعا کرنے سے باز رہتے ہیں یا نہیں۔"

شاید، چونکہ دارا کا ایک شریک بادشاہ بھی تھا، جوان سائ

:یہاں دانی ایل 6 کی تفسیر سی۔ ایچ۔ سپرجن کی زبانی، بائبل کے روایتی اور ادبی اسلوب میں اردو ترجمہ کی گئی ہے

:آیت 8

پس اے بادشاہ! اس فرمان کو مضبوطی سے قائم کر اور اس تحریر پر دستخط کر تاکہ یہ تبدیل نہ ہو، مطابق میدیوں اور "فارسیوں کی شریعت کے، جو کبھی نہیں بدلی جاتی۔"

بابلی اپنے بادشاہ کو مطلق العنان مانتے تھے، پس وہ جو چاہے، کر سکتا تھا۔ مگر فارسی اپنے بادشاہوں کو کامل حکمت والا سمجھتے تھے، اسی لیے وہ کسی قانون میں ترمیم کی اجازت نہ دیتے، کیونکہ ایسا ماننا ہوتا کہ قانون بنانے والے بادشاہ نے غلطی کی تھی، جو اُن کے نزدیک ممکن نہ تھا۔

ایک جدید مسافر نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ چند سال قبل ایک فارسی بادشاہ نے کہا کہ وہ اپنے خیمے سے نہیں ہٹے گا جب تک کہ ایک مخصوص پہاڑ سے برف ختم نہ ہو جائے۔ اس سال گرمی دیر سے آئی، اور برف دیر تک قائم رہی، پس بادشاہ کو اپنے خیمے میں ہی رکتا پڑا، جبکہ اُس کے سپاہی ایک دلدلی علاقے میں بخار سے مر رہے تھے۔ آخر کار کچھ آدمیوں کو بھیجا گیا تاکہ وہ برف کو پہاڑ کی چوٹی سے ہٹا دیں، تاکہ بادشاہ آگے بڑھ سکے۔

یہ بڑی مشکل بات ہے کہ انسان خدا بننے کی کوشش کرے، وہ ایسا نہیں کر سکتا بغیر کسی سنگین پریشانی اور نقصان کے۔ دارا نے بھی یہی غلطی کی۔ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں جو جلد بازی میں کوئی بات کہہ دیں اور پھر ضد پر قائم رہیں کہ وہ اسے بدل نہیں سکتے۔ بے وقوفانہ قسمیں توڑنا بہتر ہے بہ نسبت اُنہیں نبھانے کے۔ مگر میدیوں اور فارسیوں کی شریعت نہیں بدلی جا سکتی تھی۔

:آیات 9-10

پس بادشاہ دارا نے اس تحریر اور فرمان پر دستخط کر دیے۔ اور جب دانی ایل نے جانا کہ یہ فرمان لکھا گیا ہے، تو وہ اپنے "گھر گیا۔"

یہی صحیح طریقہ ہے! جتنا ہم انسانوں کے ساتھ کم، اور خدا کے ساتھ زیادہ معاملہ کریں، اتنا ہی بہتر ہے۔ دانی ایل بادشاہ کے پاس جا کر شکایت کرنے کے بجائے اپنے گھر گیا تاکہ اپنے خدا کے حضور اپنا حال بیان کرے۔

"—، اور اُس کے بالا خانے کی کھڑکیاں یروشلیم کی طرف کھلی تھیں"

وہ پیارا شہر، اگرچہ اب کھنڈر بن چکا تھا۔

"پس وہ دن میں تین بار گھٹنوں کے بل گرا، دعا کی، اور اپنے خدا کے حضور شکر گزاری کی، جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔"

یہ بڑی دلیری کا کام تھا! کوئی اور شخص جو کم حیثیت کا ہوتا، وہ چھپ کر دعا کرتا، اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہوتا، مگر دانی ایل ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایک نمائندہ شخصیت تھا، اور اُسے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ اُس پر لازم تھا کہ وہ جان بوجھ کر اور کھلم کھلا خدا کی عبادت کرے، تاکہ اگر وہ ذرا بھی کمزوری دکھائے تو خدا کے سب بندوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں۔

:آیات 11-13

تب وہ مرد جمع ہوئے اور دانی ایل کو دعا کرتے اور اپنے خدا کے حضور التجا کرتے ہوئے پایا۔ پس وہ نزدیک آئے اور "بادشاہ سے اُس کے فرمان کے بارے میں بات کی: "اے بادشاہ! کیا تو نے یہ فرمان جاری نہیں کیا کہ جو کوئی تیس دن تک کسی بھی خدا یا انسان سے درخواست کرے، سوائے تیرے، وہ شیروں کی ماند میں ڈالا جائے؟" بادشاہ نے جواب دیا، "یہ بات سچ ہے،..." مطابق میدیوں اور فارسیوں کی شریعت کے، جو تبدیل نہیں کی جا سکتی۔ تب اُنہوں نے بادشاہ کے حضور کہا، "یہ دانی ایل

یہ کتنی گستاخی کی بات ہے! مگر یہی رویہ اُنہوں نے یسوع مسیح کے ساتھ بھی اپنایا، جب اُنہوں نے اُسے "یہ شخص" کہہ کر پکارا تھا۔ دانی ایل تو ملک کا وزیر اعظم تھا، اور اُنہوں نے اُسے بس "یہ دانی ایل" کہہ کر مخاطب کیا! خراب دلوں کی زبانیں بھی خراب ہوتی ہیں، اور جب زبانیں خراب ہوں تو اُن سے ناپاک الفاظ کے سوا کیا نکل سکتا ہے؟

:یہاں دانی ایل 6 کی تفسیر سی۔ ایچ۔ سپرجن کی زبانی، بائبل کے روایتی اور ادبی اسلوب میں اردو ترجمہ کی گئی ہے

:آیت 13

"—، یہ دانی ایل، جو یہوداہ کی اسیری کے بچوں میں سے ہے"

یہ قیدی، یہ غلام، یہ محکوم—یوں لگتا ہے جیسے وہ اُسے حقیر سمجھ رہے ہوں، یہ بھول کر کہ وہ اپنے عہدے کی بدولت اُن کا سردار ہے۔

:آیات 13-14

وہ تجھ، اے بادشاہ، کی پروا نہیں کرتا، اور نہ اُس فرمان کی، جس پر تو نے دستخط کیے ہیں، بلکہ وہ دن میں تین بار دعا کرتا "—، ہے۔ پس جب بادشاہ نے یہ بات سنی، تو وہ اپنے آپ پر سخت ناخوش ہوا

اُس کے اندر تھوڑی سی بھیانک ضمیر کی چمک باقی تھی۔ کیلون اس بادشاہ کو بالکل پسند نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں، "اُسے کیا حق تھا کہ وہ اتنی جلد بازی میں ایسا فرمان جاری کرے جو اُس کی سلطنت کے سب سے نیک شخص کی جان لے سکتا تھا؟" اور یہاں بادشاہ کی ندامت، اس عمل پر نہیں، بلکہ اس کے انجام پر دکھائی دیتی ہے۔

:آیت 14

"اور اُس نے دانی ایل کو چھڑانے کا ارادہ کر لیا، اور وہ دن ڈھلنے تک اُس کو بچانے کے لیے کوشش کرتا رہا۔"

یہ ایک ایسا عظیم بادشاہ تھا جو خود کو خدا سمجھتا تھا، مگر اپنی ہی خواہش پوری نہ کر سکا! ایک سچے مسیحی کمہار کو جب بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، تو بادشاہ نے کہا، "اگر تم اپنے نظریے سے نہ پھرے، تو مجھے مجبوراً تمہیں جلا دینا پڑے گا۔" برنارڈ دی پلیسی نے جواب دیا، "آپ بادشاہ ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ 'مجھے مجبوراً کرنا پڑے گا'، اور میں ایک غریب کمہار ہوں، لیکن کوئی مجھے مجبور نہیں کر سکتا کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف کچھ کروں۔"

اوہ! نجات یافتہ انسانوں کی یہ مقدس دلیری! جب بشپ بونر نے ایک شہید کو دھمکی دی کہ "جلتے ہوئے انگارے تمہیں قائل کر دیں گے!" تو اس نے جواب دیا، "تمہارے انگاروں کی مجھے پروا نہیں، چاہے ان کا ایک ڈھیر ہی کیوں نہ لگا دو! میں جھلس کر جانے کو تمہاری مٹر پہننے سے بہتر سمجھتا ہوں!" خدا کے مقدس لوگ، اُس کے فضل سے مضبوط ہوتے ہیں اور دشمن کا ٹٹ کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔

:آیت 15

تب وہ مرد پھر بادشاہ کے پاس آئے اور کہنے لگے، "اے بادشاہ! جان لے کہ میدیوں اور فارسیوں کی شریعت کے مطابق، جو "فرمان اور قانون بادشاہ مقرر کرتا ہے، وہ بدلا نہیں جا سکتا۔"

یہی اصل وجہ تھی کہ دانی ایل کو بچایا گیا۔ اُس کی بے گناہی نہیں، بلکہ اُس کا ایمان۔ ہمیں پالوس رسول بتاتے ہیں کہ "ایمان کے ذریعے شیروں کے منہ بند کر دیے گئے۔"

آیات 16-24:

تب بادشاہ نے حکم دیا، اور دانی ایل کو لا کر شیروں کی ماند میں ڈال دیا۔ اور بادشاہ نے دانی ایل سے کہا، 'تیرا خدا، جس کی تُو مسلسل خدمت کرتا ہے، وہی تجھے بچائے گا۔' اور ایک پتھر لا کر اُس غار کے دہانے پر رکھ دیا گیا، اور بادشاہ نے اُسے "اپنی انگوٹھی اور اپنے سرداروں کی انگوٹھیوں سے مہر کر دیا، تاکہ دانی ایل کے بارے میں کوئی بات بدلی نہ جا سکے۔"

یہاں ایک عجیب منظر ہے! ایک بادشاہ جو اپنے آپ کو طاقتور سمجھتا ہے، بے بس ہو چکا ہے، اور اُسے اب ایک خادم خدا پر ترس آ رہا ہے۔

تب بادشاہ اپنے محل میں گیا اور رات بھر روزہ رکھا، اور کوئی ساز و موسیقی اُس کے سامنے نہ لایا گیا، اور اُس کی نیند جاتی "رہی۔"

وہ جو دانی ایل کے بچاؤ کے لیے کچھ نہ کر سکا، کم از کم اُس کے لیے فکرمند ضرور تھا۔

پس بادشاہ صبح سویرے اُٹھا، اور جلدی میں شیروں کی ماند کی طرف گیا۔ اور جب وہ اُس گڑھے کے پاس پہنچا، تو اُس نے "دانی ایل کو رنجیدہ آواز میں پکارا، اور کہا، 'اے دانی ایل، زندہ خدا کے بندے! کیا تیرا خدا، جس کی تُو مسلسل خدمت کرتا ہے، تجھے شیروں سے بچانے کے قابل تھا؟' تب دانی ایل نے بادشاہ سے کہا، 'اے بادشاہ، تو سدا جیتا رہے! میرا خدا اپنے فرشتے کو بھیجا اور شیروں کے منہ بند کر دیے، تاکہ اُنہوں نے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچایا، کیونکہ میں اُس کے حضور بے گناہ پایا گیا،'" اور اے بادشاہ! میں نے تیرے خلاف بھی کوئی خطا نہیں کی۔

یہ ہے ایک جیتا جاگتا معجزہ! شیروں کے سامنے ایک رات گزارنا، اور وہ بھی بغیر کسی نقصان کے؟ یہ محض ایک انسانی کہانی نہیں، بلکہ یہ خدا کی قدرت کا ایک نمایاں مظاہرہ ہے۔

تب بادشاہ بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ دانی ایل کو اُس غار سے نکالا جائے۔ چنانچہ دانی ایل کو اُس گڑھے سے نکالا گیا، "اور اُس پر کوئی زخم نہ پایا گیا، کیونکہ اُس نے اپنے خدا پر ایمان رکھا تھا۔"

ایمان نے اُسے محفوظ رکھا! وہی ایمان جس نے نُوح کو طوفان سے، ابراہام کو آزمائش سے، موسیٰ کو دریائے نیل سے، اور تین عبرانی جوانوں کو جلتی بھٹی سے بچایا تھا، اسی ایمان نے دانی ایل کو شیروں سے بچایا۔

تب بادشاہ نے حکم دیا، اور اُن آدمیوں کو، جنہوں نے دانی ایل پر الزام لگایا تھا، پکڑوا کر شیروں کی ماند میں ڈلوا دیا، وہ، اُن "کے بیوی بچے بھی۔"

یہاں بادشاہ کا ایک ظالمانہ فیصلہ نظر آتا ہے۔ ان الزام لگانے والوں کی سزا تو مناسب تھی، مگر اُن کے بچوں اور بیویوں کو بھی ماردینا غیر منصفانہ تھا۔

"اور شیروں نے اُن پر غالب آ کر اُن کی ہڈیاں توڑ ڈالیں، قبل اِس کے کہ وہ گڑھے کی تہ تک پہنچتے۔"

وہی شیر، جو دانی ایل کو چھو بھی نہ سکے تھے، اب ان لوگوں پر جھپٹ پڑے! خدا نے اپنی قدرت سے اپنی وفادار ہستی کو بچایا، اور فریبیوں کو اُن کے انجام تک پہنچا دیا۔